عزیز زبیدی

درسِ حدیث

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیہ وسلم جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی بْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهٗ اَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰی عَیْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَاَهَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ اِلَی اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّكَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَكَ لَا یُرِیْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَاَ عَیْنِیْ قَالَ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَیْهِ عَیْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی عَبْدِیْ فَقُلِ الْحَیٰوةَ تُرِیْدُ فَاِنْ كُنْتَ تُرِیْدُ الْحَیٰوةَ فَضَعْ یَدَكَ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ یَدُكَ مِنْ شَعْرَةٍ فَاِنَّكَ تَعِیْشُ بِهَا سَنَةً قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ ثُمَّ تَمُوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ مِنْ قَرِیْبٍ رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْیَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنِّیْ عِنْدَهٗ لَاَرَیْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰی جَنْبِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ الْكَثِیْبِ الْاَحْمَرِ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ ملک الموت نے آکر موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ اپنے رب کی دعوت قبول کیجئے! حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ایک طمانچہ رسید کیا کہ اس کی آنکھ جاتی رہی۔ اس پر ملک الموت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئے، کہ حضور! آپ نے مجھے ایک ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو مرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس نے تو میری آنکھ ہی نکال دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ ٹھیک کر کے اس سے کہا کہ واپس جا کر اس سے کہنا کہ کیا آپ دنیا کی زندگی چاہتے ہیں۔ تو پھر اس بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیجئے، ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں گے اتنے سال آپ اور جی لینا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ پھر کیا ہوگا؟ فرمایا بالآخر موت! عرض کی تو پھر ابھی سہی اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی الٰہی! مجھے بیت المقدس سے اتنا قریب کر دیجئے جتنی دور سے پتھر پھینکا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: بخدا! اگر میں اس جگہ ہوتا تو تم کو دکھلا دیتا کہ ان کی قبر مبارک راستہ کے بالکل

قریب سرخ ٹیلے کے قریب ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عہد مبارک (۱۵ ویں) اور (۱۴ ویں) صدی قبل مسیح کا دور ہے اور ان کا سالِ وفات ۱۴۰۰ قبل مسیح شمار کیا گیا ہے۔ جب آپ نے وفات پائی تو آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ اور قویٰ سب سلامت تھے۔ تیہ کے میدان میں "وادی مقدس" میں اریحا نامی ایک بستی ہے وہاں ایک سُرخ ٹیلہ پر ایک قبر ہے جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کہا جاتا ہے۔ کثیب احمر سے مراد یہی سرخ ٹیلہ ہے اور یہیں کہیں پاس ان کی قبر مبارک ہے۔ (صلی اللہ علیہ وعلی نبینا وسلم وبارک) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی درمیانی مدت تقریباً ۲½ سو سال بنتی ہے۔ (البدایہ والنہایۃ وغیرہ)

فرشتہ بشکلِ انسان آیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو حملہ آور قاتل سمجھا اور اس کے طمانچہ رسید کر دیا۔ اور ان کی آنکھ پھوٹ گئی۔ کیونکہ جب مادی شکل میں تھے تو مادی اثرات کا ظہور بھی قدرتی بات تھی۔ بہر حال اس کے باوجود فرشتے نے اپنے کو اپنی ملکوتی شکل میں ظاہر نہ کیا کیونکہ اسی شکل میں پیش ہونے کا اس کو حکم تھا۔ اس روایت کے سلسلے میں جو اشکالات اور اعتراضات ابھرتے ہیں علماء نے ان کے مناسب جواب دیئے ہیں۔ ایک جواب جو راقم الحروف کے نزدیک اقرب الی الصواب بھی ہے اور اپیلنگ بھی اسے ہم آپ کے مطالعہ کے لیے پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

مادہ پرست اور منکرینِ حدیث ہر دو کی نظروں میں یہ حدیث ہمیشہ سے قابل مضحکہ بنی ہوئی ہے اور شروع ہی سے ائمہ حدیث بھی اس کی جواب دہی میں مشغول نظر آرہے ہیں چنانچہ ابنِ قتیبہؒ (۲۷۶ھ) نے بھی اپنی تالیف مختلف الحدیث میں اس کی طرف تعرض کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہاں کوئی درحقیقت قابل مضحکہ ہے بھی یا نہیں مادہ پرستوں کے نزدیک تو طبیعیات کے سوا الٰہیات کا سارا باب ہی قابلِ مضحکہ ہے اور منکرینِ حدیث کے نزدیک یہی ایک حدیث نہیں بلکہ وہ حدیثیں جو معقول سے معقول مضامین پر مشتمل ہیں قابلِ اعتبار نہیں پس ان ہر دو فریق کے نزدیک قابلِ انکار خاص اس حدیث کا مضمون نہیں بلکہ ان کا عام طبعی انحراف اور انکار ایک اصولی انکار ہے اگر ان کے انکار کی بنیاد خاص طور پر اس حدیث کا بعید از عقل ہونا ہوتی تو ان کا دائرہ انکار بھی صرف اسی حدیث تک محدود رہتا مگر یہاں تو اس قسم کی حدیثوں کو دوسری اور معقول حدیثوں کے انکار کی بنیاد قرار دیا جا رہا ہے۔ درحقیقت یہ ایک بڑا مغالطہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ اگر ایک شخص کی ہزاروں باتوں میں سے دو چار باتیں بھی اپنی نارسائی عقل کی وجہ سے قابلِ فہم نہ ہوں تو اس کی بقیہ بے شمار

معقول باتیں بھی قابلِ قبول نہ رہیں میں سمجھتا ہوں اسی طریق کو کوئی انسان بھی معقول نہیں کہے گا۔
اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تیزیٔ طبع کا ظہور کچھ اسی ایک واقعہ میں منحصر نہیں بلکہ ان کی تمام روئداد زندگی میں یہی نقشہ نظر آتا ہے قرآنِ کریم میں موجود ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو گھونسا مارا اور اس کا دم نکل گیا۔ گوسالہ پرستی کے معاملہ میں اپنے بھائی کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا اور اسی سلسلہ کی وہ حدیث ہے جس میں ان کا ایک پتھر کی طرف بھاگنا ثابت ہے اور جس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ان کا مناظرہ منقول ہے وہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے اصولاً کسی انسان کا فطرۃً نرم دل ہونا معیوب نہیں اور نہ کسی کا فطرۃ غصہ ناک ہونا قابلِ اعتراض ہے بشرطیکہ اس کا غصہ حدودِ شریعت سے متجاوز نہ ہو۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ بھی حدیثوں میں موجود ہے کہ انہوں نے ایک چور کو چوری کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کے قسم کھا جانے پر فرمادیا کہ میں خدا تعالیٰ کے نام کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنی آنکھوں کی تکذیب کرتا ہوں۔
پس رقت و شدت بھی حیاء و جرأت کی طرح عناصر طبعیہ میں سے ہیں یہ سب اگر اپنی حدود میں اور خدا کی راہ میں ہوں تو اپنی اپنی جگہ قابلِ ستائش ہی ہیں اگر امت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رحمدلی ضرب المثل ہے تو اس کے پہلو بہ پہلو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شدت بھی مشہور ہے اور یہ دونوں ہی شاخیں اپنی اپنی جگہ محبوب ہیں۔ دوم یہ کہ حیات طبعًا ہر انسان کو محبوب ہوتی ہے پھر انبیاء علیہم السلام کو محبوب کیوں نہ ہو جنہیں اپنی امت کو بندہ خدا بنانے کی تمنا اپنی حیات سے بھی زیادہ ہوتی ہے پس اگر خدا کا فرشتہ کسی لاعلمی کی حالت میں ان کے پاس اچانک آپہنچتا ہے اور اس پر انہیں غصہ آجاتا ہے تو یہ غصہ نہ تو ان کی بشریت سے بعید ہے اور نہ ان کی نبوت کے منافی ہے ان کی شانِ رضا کے یہ معنی تو نہیں ہوتے کہ اگر ایک شخص ان کے پاس آکر یہ کہے کہ لیجئے آپ ابھی اپنی موت کے لیے تیار ہو جائیے تو وہ انکشاف حقیقت سے قبل اس سے یہ کہدیں کہ لیجئے کہ آپ ابھی میری روح قبض کر لیجئے۔ فرشتہ کو ہمیشہ پہچان لینا کوئی ضروری نہیں ہے آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں قوم لوط (علیہ السلام) کے عذاب کے سلسلہ میں ملائکۃ اللہ کا آنا اور ان کو آپ کا شناخت نہ کرنا قرآن کریم میں موجود ہے۔ پس اگر خدا کا فرشتہ ایک انسان کی صورت میں ان کی لاعلمی میں آپ کے پاس آتا ہے اور ایسے ماحول میں آتا ہے کہ جہاں مخالفین کی جماعت بھی موجود ہو تو کیا اس نبی اولوالعزم کا جس جلالی شان سے کتب سماویہ میں مشہور ہے ایک تھپڑ رسید کر دینا کچھ قابل اعتراض ہوسکتا ہے یہ کسی بھی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کا مامور فرشتہ سمجھ کر

تھپڑ مارا تھا۔ حدیثوں میں موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وفات سے قبل صرف انکی تشریف وتکریم کے لیے اختیار دیا جاتا تھا اگر وہ چاہیں تو دنیا میں رہنا پسند کریں اور اگر چاہیں تو دار آخرت کو اختیار کرلیں اسی آئین کے مطابق خود خاتم الانبیاء کو بھی وفات سے قبل اختیار ملنا ثابت ہے آپ نے اپنے صحابہ کے سامنے ایک عام مجمع میں بیان بھی کر دیا تھا۔ پس اگر اس سے قبل خدا تعالیٰ کا فرشتہ کسی عمیق حکمت کے ماتحت ان کے پاس آپہنچا ہو۔ اور اس لیے اس وقت ان کی جلالی شان ظاہر ہوگئی ہو اس میں استبعاد کیا ہے اور کونسی بات اس میں شان نبوت کے خلاف ہے پوری حدیث کو پڑھ جائیے۔ تو یہاں بھی آپ کو یہی نظر آئے گا کہ جب خدا تعالیٰ کے فرشتے نے دوبارہ آکر حسب دستور موت وحیات میں آپ کو اختیار دیا آپ نے خود ہی اپنی موت کو اختیار کر لیا اور آخر کار اس فرشتے نے اس خدمت کو انجام دیا موت بہت مطلوب چیز تو نہیں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو شفقت پدری میں اگر اپنی عمر کے چالیس یا ساٹھ سال بخشد یئے تھے لیکن جب اس میعاد پر خدا تعالیٰ کا فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ابھی قبل از وقت آگئے ہو میری عمر میں اتنے سال اور باقی ہیں اس نے کہا حضرت آپ کو یاد نہیں رہا آپ اپنی عمر میں اتنے سال اپنے ایک فرزند کو بخش چکے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اسی بناء پر نسیان کی خصلت ان کی اولاد میں بھی چلی جاتی ہے۔

الغرض یہاں نہ تو زندگی کی محبت کوئی قابل اعتراض امر ہے نہ کسی انسان کا فرشتے کی بیجا جرأت پر تھپڑ مار دینا قابل اعتراض ہے اب رہا یہ کہ فرشتہ کی آنکھ پھوٹنا قابل فہم امر نہیں تو سن لیجئے کہ فرشتے شریعت میں بالکل مجرد نہیں عالم مادیات اور مجردات کے درمیان ایک مخلوق ہیں اجنحہ اور پروں کا ہونا ان کے لیے قرآن کریم میں بھی ثابت ہے اسی طرح دیگر اور بعض اعضاء کی نسبت کا بھی ان کے عالم میں ثبوت ملتا ہے۔ پس ان کی طرف کسی عضو کی مثلاً آنکھ وغیرہ کی نسبت ہو تو یہ کوئی غیر معقول امر نہیں ان کے لیے یہ اعضاء حقیقت ثابت ہیں اگرچہ مادی نہ ہوں پس فرشتے درحقیقت ایک صورت رکھتے ہیں لیکن چونکہ وہ مادہ سے پیدا نہیں ہوئے اس لیے ان میں تشکل اور تمثل کی قوت بھی ہوتی ہے انسان اپنی مادیت کی وجہ سے یہ قدرت نہیں رکھتا عنصریات میں بھی جو عنصر زیادہ سخت ہے اسی قدر اس میں تشکل مشکل ہوتا ہے پانی اور ہوا ہر قالب کے مطابق ایک شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ مگر مٹی میں یہ صفت نہیں یہی حال مرکبات میں بھی ہیں پس ملائکۃ اللہ اپنی لطافت کی وجہ سے اس پر قادر ہیں کہ مشیت ایزدی کے مطابق ہیکل انسانی میں جب چاہیں نمودار ہو جائیں جبریل

علیہ السلام کا تمثل خود قرآنِ کریم میں موجود ہے اور دحیہ کلبی کی صورت میں آپ کے پاس ان کی آمد حدیثوں میں بلا نزاع ثابت ہے ابنِ قتیبہ لکھتے ہیں کہ اس تمثل کی وجہ سے فرشتہ کی حقیقت نہیں بدلتی وہ اپنے تصرف سے ہم کو صرف ایک صورت میں نظر آنے لگتا ہے آج مسمریزم کی طاقت کا مشاہدہ کرنے والے کے لیے اس کی تصدیق کرنا کچھ مشکل نہیں رہی احقر کا خیال ہے کہ اگر محض کوئی مادی ضرب ہو تو شاید اس تمثل پر اس کا کوئی اثر ظاہر بھی نہ ہو لیکن نبی صرف مادی نہیں ہوتا اس کا دوسرا عنصر ملکی بھی ہوتا ہے ۔ اور وہ بھی انتہا درجہ قوی ہوتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام میں اس ملکی عنصر پر خدائے تعالیٰ کی شان جلالی کا اور غلبہ تھا ۔ اس لیے ان کی ضرب کا اثر ملک پر ظاہر ہو بھی جائے تو تعجب نہیں بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ وجود ملکی ہی تھا جس کی مثالی صورت میں صرف آنکھ ہی میں نقصان آیا اگر انسان ہوتا تو شاید اس کی تاب ہی نہ لا سکتا اور مر جاتا دیکھئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی کا آغاز ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اگر آپ کو اپنے قریب کیا اور افاضہ ملکیۃ کے لیے دبایا بھی اور اتنا دبایا کہ آپ کو ضبط کرنا پڑا لوگوں کو تو اس پر تعجب ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو جبریل علیہ السلام کے اس تمثل اور دبانے کا کسی اور بشر کو تحمل ہی نہ ہو سکتا یہ رسولِ اقدس ہی کی شانِ مطہر تھی کہ وہ جامۂ بشری رکھنے کے باوجود شان ملکی بھی رکھتے تھے کہ جبریل علیہ السلام جیسے فرشتے کا اثر بھی اتنا ہی قبول کرتے تھے جتنا کہ حدیثوں میں آتا ہے پس اگر صرف مادیت کا ملکیت سے تصادم ہو تو اس کا اثر ظاہر ہونے میں کوئی تعجب نہیں عالم رؤیا میں جو صورتیں نظر آتی ہیں اس میں اگر ایک شیر ایک انسان پر حملہ کرتا ہے تو اس کی صورت اسی طرح پارہ پارہ ہو جاتی ہے جس طرح عالم اجسام کی لیکن اگر اس خوابی صورت پر کوئی مادی انسان حملہ آور ہو تو اس کی ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا اس تمثیل سے ہمارا مقصد یہ نہیں کہ فرشتے کی کوئی حقیقت نہیں وہ صرف ایک خیالی دنیا ہے بلکہ صرف یہ تفہیم مقصود ہے کہ اگر کوئی قوت اپنے عالم میں کسی قوت سے متصادم ہو تو اس کا اثر ضرور ظاہر ہو گا ورنہ ملائکۃ اللہ تو عالم اجسام سے بھی کہیں زیادہ قوی مخلوق ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر کہیں ان کا اس عالم سے تصادم ہو جاتا ہے تو اس کے پرخچے اڑ جاتے ہیں ہاں اس کے برعکس صورت کی مثال ایسی ہے جیسا کوئی انسان پہاڑ سے ٹکر مارے ظاہر ہے اس کا سر زخمی ہو گا پس مادی محض ملکیۃ سے ٹکرائے تو اس میں کوئی اثر ظاہر ہونا معقول نہیں لیکن نبی جو کہ ملکیت اور بشریت کا جامع ہے اگر کسی موقع پر اس کا تصادم ہو جائے ۔ تو اس کا اثر ظاہر ہونا معقول نہیں۔

(باقی صفحہ 56)